ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.3,Issue No.4(2021)
(July to September)

ابدال بیلا کے افسانوں کے نسائی پیکر

The feminine pack of Abdal Bella's fiction

یحییٰ مبارک
ایم۔فل اُردو اسکالر، جی سی یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر صفیر حیدر
اسسٹنٹ پروفیسر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract:
Abdal Bela is a contemporary name who not only recognized himself with his fiction and novels but also received a lot of appreciation from the scholars by writing columns and essays. Critics are convinced of their creativity, because Abdal Bella successfully carried out the dimension of literature he worked on. The main purpose of this article is to high light the female characters of Abdal Bala's fiction stories. Mumtaz Mufti's pen and Abdal Bella's creativity came together. As a result, a remarkable name was added to the literature. Abdal Bella's humility has a great deal to do with the religion of Allah. Impotence is not an easy task

Keywords: Abdal Bela, contemporary, recognized, appreciation, scholars, dimension of literature

ابدال بیلا عصر حاضر کا وہ محترم نام ہے جس نے اپنے افسانے اور ناول نگاری سے نہ صرف اپنی پہچان کرائی بلکہ کالم اور رپورتاژ لکھ کر اہلِ دانش سے بھرپور داد پائی۔ ناقدانِ فن ان کی ارفع تخلیقی صلاحیتوں کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ ابدال بیلا نے ادب کی جس جہت پر کام کیا، اسے کامیابی سے نبھایا۔ ابدال بیلا کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جو سلطان ابن سلطان تو نہیں البتہ اعلیٰ انسانی قدروں کا پاس دار ضرور ہے۔ علم، محنت، محبت اور ایمانداری اس خاندان کا ورثہ ہے۔

حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ ابدال بیلا ادبی سرگرمیوں میں بھی برابر حصہ لیتے رہے۔ مختلف رسائل کے مدیر بھی رہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں 73۔1971 "راوی" کے سب ایڈیٹر رہے۔ 1977-78 پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد سے شائع ہونے والے میگزین "پرواز" کے مدیر اعلیٰ رہے۔ بعد ازاں 1978 تا 1979 ادارتی بورڈ "پرواز" کے چیئرمین رہے۔

1988 میں نیوی کی ایک کتاب "Introducion to Pakistan Naval Academy" مرتب کی۔ 1993 تا 1995 آرمی میڈیکل کالج راولپنڈی کے صدر بھی رہے۔ زمانہ طالب علمی ہی میں ان کا قلم رواں ہو گیا اور اس روانی میں تیزی تب آئی جب انہیں اُردو ادب کی ایک عظیم اور نامور ہستی نے اپنا قلم میراث میں دے دیا۔ قلم ایک ایسی چیز ہے، اگر میراث میں بھی ملے تو بھی اُستاد کی اِصلاح و نظر کے بغیر سدا نہیں چلتا۔ ابدال بیلا نے بھی قلم ممتاز مفتی سے مانگا، پکڑنا اور لکھنا بھی ان سے سیکھا۔ تاہم اس قلم میں روشنائی اپنے تخیل کی ڈالتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جو جس سے پایا اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان میں دوسروں کے بڑے پن کو مان لینے کا حوصلہ ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ایک بار مفتی جی نے انہیں کسی بڑے سے قلم مانگنے کو کہا تو یہ انہیں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بیٹھ گئے، اس پر مفتی جی کا ردعمل کچھ یہ تھا۔

"انہوں نے دل جمعی سے میرے دونوں کندھوں کے بیچ زور سے ہاتھ مارا اور کہنے لگے میں نے تو دے دیا قلم تمہیں۔ لو مہر بھی لگائے دیتا ہوں۔"[1]

ممتاز مفتی کا قلم اور ابدال بیلا کی تخلیقی صلاحیتیں مل کر دو آتشہ ہو گئیں۔ جس کے نتیجے میں ادب میں ایک ناقابل ذکر نام کا اضافہ ہوا۔ اس میں اللہ کی دین کے ساتھ ابدال بیلا کی عاجزی کو بھی بڑا دخل ہے۔ عجز کوئی آسان کام نہیں۔ ان کے ایک دیرینہ دوست محسن سلطان جو خود بھی افسانوی مجموعوں "کھنڈر شہر میں سرگوشیاں" اور "خود سے چھپا اداس آدمی" کے خالق ہیں۔ ابدال بیلا کے بارے میں رائے دیتے ہیں:

"وہ دفتر میں وردی پہن کے بیٹھا ہو تو لگتا ہے پوری فوج کا تقدس، وقار اور نیک نامی اسی سے وابستہ ہے.... بھاگ دوڑ، سرکاری فائلیں، فیصلے اور مسلسل اصلاحات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چلائے رکھتا ہے۔ گھر میں اپنی افسری ہینگر میں لٹکا کر چاروں طرف کتابوں سے لدے اپنے ایک کمرے میں فرش پہ آلتی پالتی مار کے قلم کاغذ نکال کے بیٹھ جاتا ہے۔"2

ابدال بیلا کی تصانیف

ابدال بیلا کے سات افسانوی مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ تحریک پاکستان و تقسیم ہندوستان پر مشتمل کہانیوں کی ایک کتاب "پاکستان کہانی" ہے جو انہوں نے پاکستان کی گولڈن جوبلی کے سال 1997 میں لکھی۔ "دروازہ کھلتا ہے" ابدال بیلا کا اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل ضخیم ناول ہے۔ ابدال بیلا کی مرتب کردہ ایک ضخیم کتاب "مفتی جی" ہے۔

ابدال بیلا نے اپنی کہانیوں کا آغاز اخبارات اور رسائل میں لکھنے سے کیا۔ وہ اپنی پہلی کہانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دن کو ڈاکٹری پڑھتا، رات کو ادب۔ کلاس میں لڑکیاں بھی تھیں۔ دن کو انہیں دیکھتا، رات کو سوچتا، کہانیاں بننے لگیں۔ وہاں لکھی پہلی کہانی "گیلی روشنی" محترمہ کشور ناہید نے "ماہ نو" میں شائع کی۔"3

"گڈ مڈ" یہ ابدال بیلا کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے جو مئی 1979 میں قرطاس پبلشرز فیصل آباد سے شائع ہوا۔ اس میں ان کے جنسی، سماجی اور طبقاتی موضوعات پر نو افسانے شامل ہیں۔ ایک علامتی افسانہ "کوکلا چھپاکی" کے نام سے ہے۔ انہوں نے یہ افسانے زیادہ تر 1971 تا 1973 کے دوران لکھے۔ ان دنوں وہ پنجاب میڈیکل کالج میں فائنل ائیر کے طالب علم تھے۔ ابدال بیلا اس میں شامل افسانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لکھنے کے لیے مجھے اب تک دو خوبصورت ماحول ملے۔ ایک اپنے شہر لاہور میں گورنمنٹ کالج لاہور (1973-1971) ایف ایس سی کے دوران اور دوسرا فیصل آباد میں۔"4

"گڈ مڈ" کا دوسرا ایڈیشن "انہونیاں" کے نام سے 1994 میں شائع ہوا۔ تمام کہانیاں اور مشاہیر کے تبصرے بھی وہی ہیں جو گڈ مڈ میں پیش کیے گئے ہیں۔ ممتاز مفتی کے ایک مضمون "البیلا بیلا" کا اضافہ ملتا ہے جو انہوں نے جون 1993 میں لکھا تھا۔ "گڈ مڈ" کے دیباچہ "پہلی بات" کے علاوہ ابدال بیلا نے "دوسری بات" کے عُنوان سے ایک اور دیباچہ بھی شامل کیا ہے جس میں لکھتے ہیں:

"اس ایڈیشن میں میں نے کوئی نئی کہانی شامل نہیں کی بس مفتی جی کے مضمون "البیلا بیلا" کا اضافہ ہے اور یہ چند سطریں جو آپ پڑھ رہے ہیں۔ ہاں کتاب کا نام "گڈ مڈ" سے بدل کر "انہونیاں" رکھ دیا ہے۔"5

اس میں جنسی، سماجی اور طبقاتی موضوعات پر افسانے شامل ہیں۔ ایک علامتی افسانہ بھی شامل ہے۔ "سن فلاور" ابدال بیلا کا دوسرا افسانوی مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کے افسانوں کی تعداد چھیالیس ہے۔ ان افسانوں کی ہیئت نثری نظم کی سی ہے۔ اس کتاب کے مواد کے بارے میں بیلا لکھتے ہیں:

"اس کتاب کا بیشتر حصہ بہر حال تبوک سے واپسی پہ میں نے اپنے ان خطوط سے لیا تھا جو تبوک میں بیٹھ کر میں نے ڈاکٹر عفت کو لکھے تھے۔"6

یہ مجموعہ پہلی بار 1987 میں "ماورا پبلشرز لاہور" سے شائع ہوا۔ اس میں مصنف نے دیباچہ نہیں لکھا تھا۔ 1994 میں "فیروز سنز، لاہور" نے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جس کا انتساب ممتاز مفتی، اشفاق احمد اور شفیق الرحمن کے نام ہے۔ اس میں دیباچہ کے علاوہ ممتاز مفتی کا "سورنگی"، اشفاق احمد کا "قفقس" اور "فیبل کی وادی"، شفیق الرحمن کا "گم گشتہ جنت"، خالد شریف کا "چھوٹا بھائی" اور کنول مشتاق کا "سن فلاور۔ عہد حاضر کا صحیفہ" شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ماہنامہ "رابطہ" میں "انوکھی دھنک" کے عنوان سے شائع ہونے والا تبصرہ بھی شامل ہے۔ نیاز ندیم نے سن فلاور کا سندھی ترجمہ کیا جو 1996 میں

فیروز سنز کراچی سے شائع ہوا۔ "رنگ پچکاری" یہ ابدال بیلا کا تیسرا افسانوی مجموعہ ہے جو ظہیر سلام نے فیروز سنز لاہور سے 1994 میں شائع کیا۔ اس مجموعے میں شامل افسانے 1986 سے 1992 کے دوران لکھے گئے ہیں۔ ابدال بیلا کا کہنا ہے:

"یہ افسانے 1986 سے 1992 میں لکھے گئے ان چھ سالوں میں میں زیادہ تر پاکستان نیوی میں رہا۔ پاکستان نیوی میں بڑا افسانوی ماحول ہے۔"7

اس کتاب کے نام کے بارے میں ابدال بیلا کا کہنا ہے کہ "اس کتاب کا نام "ممتاز مفتی" نے تجویز کیا ہے۔"8

اس مجموعے میں ابدال بیلا کے گیارہ افسانے ہیں۔ اس میں اشفاق احمد کا تبصرہ "بیلا کہانی"، بانو قدسیہ کا "رنگ پچکاری"، "منشایاد کا "ابدال بیلا کے افسانے" اور ممتاز مفتی کا لکھا ہوا شخصی خاکہ "مونچھ مروڑ" بھی شامل ہے۔

1۔ زیر لبی:

ابدال بیلا کا افسانوی مجموعہ "زیر لبی" بھی فیروز سنز لاہور نے 1997 میں شائع کیا۔ کتاب کا انتساب رفیقہ حیات ڈاکٹر عفت کے نام ہے۔ کتاب پر ڈاکٹر وزیر آغا کی رائے فلیپ کی صورت میں ملتی ہے۔ اس میں مختلف موضوعات پر نو افسانے شامل ہیں۔ زیادہ تر افسانوں کا موضوع محبت ہے۔ مرد اور عورت کی محبت جو ایک دُنیاوی حقیقت ہے اور ایک زیر لبی کی طرح انسان کے وجود میں سرسراتی پھرتی ہے۔ دوسرا موضوع بندے اور رب کی محبت ہے جو ایک ابدی حقیقت ہے۔

2۔ پاکستان کہانی:

یہ ابدال بیلا کا اہم مجموعہ ہے جو 1997 میں "فیروز سنز لاہور" سے شائع ہوا۔ کتاب کے سرورق پر ہجرت کرنے والے قافلے کا سکیچ اور سبز ہلالی پرچم کا عکس ہے۔ اس میں پاکستان کہانی کے نام سے ایک رپورتاژ شامل ہے جسے پڑھ کر قاری کو پاکستان اپنی آنکھوں کے سامنے بنتے دکھائی دیتا ہے۔ کتاب میں تحریک پاکستان اور ہجرت کے بارے میں لکھی گئی نو کہانیاں اور "وارث" کے نام سے ایک تمثیل بھی شامل ہے۔ کتاب کی پشت پر ابدال بیلا کی تصویر کے ساتھ دیباچہ میں سے لیا گیا اقتباس رقم ہے۔ یہ کتاب پاکستان گولڈن جوبلی کے موقع پر شائع ہوئی۔

3۔ مفتی جی:

یہ ابدال بیلا کی مرتبہ تصنیف ہے جس میں ممتاز مفتی کی شخصیت اور فن پر لکھے گئے مختلف لوگوں کے مضامین ہیں۔ اس میں ممتاز مفتی کی اپنی تحریریں بھی شامل ہیں۔ یہ ضخیم کتاب ۱۹۹۱ء میں فیروز سنز لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کا انتساب ممتاز مفتی کے بیٹے عکسی مفتی کے نام ہے۔ کتاب کا دیباچہ بھی عکسی مفتی نے تحریر کیا ہے۔ اس کتاب میں مفتی کی شخصیت پر تنتالیس (43) مضامین، سوانح پرسات اور فن کے حوالے سے چھبیس (26) مضامین شامل ہیں۔ "علی پور کا ایلی" کے زیر عنوان ممتاز مفتی کے اپنے مضمون کے علاوہ چھبیس مضامین شامل ہیں۔ نذرانے کے زیر عنوان مفتی کے خراج تحسین کے لیے بلقیس محمود، احسن صدیقی، بشریٰ اعجاز اور ناہید قمر کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ "انٹرویو" میں سات اہم انٹرویو ہیں اور "ذکر مفتی" کے ذیر عنوان قدرت اللہ شہاب، اشفاق احمد اور بانو قدسیہ کے مضامین کے علاوہ ابدال بیلا کے تین مضامین بھی شامل ہیں۔ "دلیل مفتی" کے عنوان سے مفتی جی کی دس کتابوں "ان کہی، نظام سقہ، چُپ، ہندیاترا، روغنی پُتلے، سے کا بندھن، کہی نہ جائے، اور اوکھے لوگ، اوکھے اولڑے اور الکھ نگری" کے دیباچے بھی شامل ہیں۔ خطوط کے عنوان کے تحت مفتی کے نام بہت سے مشاہیر کے خطوط مرتب کیے گئے ہیں۔

ابدال بیلا کا کہنا ہے کہ اس کتاب کے بارے میں 2000ء میں ملتان قیام کے دوران بانو قدسیہ نے انہیں ایک خط میں لکھا:

"ابدال بیلا تم نے تو مفتی کا تاج محل بنا ڈالا۔"

4۔ عرضی:

یہ ابدال بیلا کے افسانوں کا ساتواں مجموعہ ہے۔ اس میں نظمیہ طرز پر لکھے گئے دو طویل اور بیالیس مختصر افسانے شامل ہیں۔ کتاب کے سرورق پر ایک علامتی تصویر ہے۔ "عرضی" کے عنوان سے رب سے ایک التجا ہے جو اپنے عہد کا شہر آشوب بھی ہے۔ باقی افسانوں میں قدروں کی پامالی، جذبوں کا ٹوٹنا، عورت اور محبت وغیرہ کے موضوعات موجود ہیں۔ یہ کتاب 2004ء میں فیروز سنز لاہور سے شائع ہوئی۔ کتاب کا انتساب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

نام ہے۔ پیش لفظ سے پہلے راغب مراد آبادی، اظ saہر جاوید، ڈاکٹر رشید امجد، جمیل احمد عدیل اور محسن سلطان کے ابدال بیلا کی شخصیت اور فن پر لکھے مضامین شامل ہیں۔

5۔ لب بستہ:

یہ ابدال بیلا کا آٹھواں افسانوی مجموعہ ہے جو 2005ء میں فیروز سنز لاہور سے شائع ہوا۔ جس میں محبوبہ کو مخاطب کر کے نظمیہ انداز میں قدروں، ظلمتوں، خوابوں، سیرابوں، نفرتوں اور چاہتوں کو موضوع بنایا ہے۔ انتساب ابدال بیلا کے بڑے بھائی اقبال بیلا کے نام ہے۔ یہ مجموعہ 72 نظمیہ افسانوں پر مشتمل ہے۔ پیش لفظ سے قبل ابدال بیلا کے فن پر ڈاکٹر انور سدید، احسان انجم، جمیل احمد عدیل، صبا جاوید اور ڈاکٹر خیال امروہی کے مضامین شامل ہیں۔

6۔ دروازہ کھلتا ہے:

یہ ابدال بیلا کا پچپن (۵۵) ابواب پر مشتمل ایک ضخیم ناول ہے۔ اس کا انتساب اللہ کے نام ہے۔ بادلوں کے عکس سے مزین سرورق پر بادلوں سے لکھا اللہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ ابدال بیلا کی اکثر کتابیں فیروز سنز لاہور سے شائع ہوئی ہیں مگر یہ ناول سنگ میل پبل کیشنز نے 2006ء میں شائع کیا۔ ناول کا تانا بانا "میں" اور "تم" کے گرد بنا گیا ہے۔ پورا ناول "تم" کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے۔ اس طویل ناول میں کئی ذیلی کہانیاں ہیں۔ کئی سماج، سینکڑوں کردار اور کئی عشقیہ کہانیاں ہیں۔ مگر مرکزی موضوع جس کی طرف یہ تمام کہانیاں اور کردار بڑھتے ہیں، عشق حقیقی اور تصوف ہیں۔ ناول کا اختتام بھی اس مصرع پر ہوتا ہے۔

"باہجھ وصال اللہ دے باہو رحمتہ اللہ علیہ، سب کہانیاں قصے ہو"

7۔ گڈی گڈا

ابدال بیلا کا افسانوی مجموعہ "گڈی گڈا" سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور نے 2019ء میں شائع کیا۔ کتاب کا انتساب انہوں نے خداوند تعالیٰ کے نام پر کیا ہے۔ اس میں پیش لفظ کو بھی نظمیہ نثر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مختلف موضوعات پر ۷۷ افسانے پیش کئے گئے ہیں اور سب افسانے نظمیہ نثر کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔

8۔ قلوپطرہ:

ابدال بیلا کا افسانوی مجموعہ "قلوپطرہ" سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور نے 2019ء میں شائع کیا۔ کتاب کا انتساب صفیہ صلاح کے نام ہے جس نے ان کی کتاب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایم۔ فل کیا اور اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ بھی نظمیہ نثر کی صورت میں کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ ان کے مختلف موضوعات پر ۷۷ افسانے لکھے گئے ہیں اور سب کا انداز نظمیہ ہے۔

9۔ حیرت:

ابدال بیلا کا افسانی مجموعہ "حیرت" سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور نے 2019ء میں شائع کیا۔ کتاب کا انتساب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے نام ہے۔ اس میں بھی پیش لفظ کو نظمیہ نثر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مختلف موضوعات پر 43 افسانے لکھے گئے ہیں اور 36 افسانے نظمیہ نثر کی صورت میں ہے جبکہ ۷ افسانے نثری صورت میں لکھے گئے ہیں۔

10۔ ککراں ہیٹھ کلی:

ابدال بیلا کا افسانوی مجموعہ "ککراں ہیٹھ کلی" سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور نے 2014ء میں شائع کیا۔ کتاب کا انتساب انہوں نے سلطان باہوؒ کے نام پر کیا ہے۔ اس میں بھی پیش لفظ کو بھی نظمیہ نثر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مختلف موضوعات پر 104 افسانے لکھے گئے ہیں اور افسانے نظمیہ صورت میں لکھے گئے ہیں۔ اس میں موجود تمام افسانے پنجابی زبان میں لکھے گئے ہیں۔

11۔ کتوبر باکتوبر:

ابدل بیلا کا افسانوی مجموعہ "کبوتر باکبوتر" سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور نے 2014ء میں شائع کیا۔ کتاب کا انتساب اپنی لاڈلی بیٹی لائبہ ابدال بیلا کے نام ہے۔ اس میں ممتاز مفتی کا "مونچھ مروڑ"، اشفاق احمد کا "بیلا کہانی"، پروفیسر عقیلہ شاہین کا مضمون "جام جہاں نما" جو کہ "دروازہ کھلتا ہے" پر مبنی ہے،

ڈاکٹر کیول دھیر کا ہندی ترجمہ "دروازہ کھلتا ہے" بھی پیش لفظ سے پہلے شامل کئے گئے ہے جس میں ابدال بیلا کی شخصیت اور فن پر لکھا گیا ہے۔ ان کے اس افسانوی مجموعے میں شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے اور افسانوں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جس میں "بہتا دریا" بابا عرفان الحق، "مہاپرش" ڈاکٹر کیول دھیر، "ہنس راج" فخر الزماں، "درویش بابا" سردار عبدالقیوم، "رانی کنگن پور" بشریٰ رحمن، "پیاد یکھن کی آس" اظہر جاوید، "چوبر جی" محمود شام، "شہد کی بوتل" ناصر شہزاد، "درویش صحافی" خالد بن مجید، "بوتل کا جن" بابا یحییٰ خان، "کھوجی" انعام الحق کوثر، "ہیرا" نعمان منظور، "خیر پوریا" مسعود الحسن ضیائی، "چھوٹے بھائی جان" افضال بیلا کی شخصیت اور ان کے فن کمال کو بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ "کبوتر با کبوتر" میں موجود ڈاکٹر کیول دھیر کا کیا گیا ترجمہ اس مجموعے کو چار چاند لگا رہا ہے۔ دیگر تصانیف میں جادو نگری، تم، بیلا کہانی، ٹرین ٹو پاکستان، بیلاگ، بندہ (سوانح عمری اور دہلی کی ارجمند بانو) شامل ہیں۔

یوں تو بیلا اپنے ہر کردار کی جسمانی ساخت کو تفصیلاً بیان کرتا ہے مگر عورت کا سراپا بیان کرتے ہوئے اس کا قلم رنگوں میں ڈوب کر نکلتا ہے۔ وہ عورت کے ہر رنگ کو شاعرانہ مبالغے کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ پھر اس کی نظر ظاہری تراش خراش اور خال وخط سے نکل کر داخلی دُنیا میں داخل ہو جاتی ہے جیسے لکھنو کی غزل چوبارے سے اتر کر دلی کی خانقاہ میں آجائے۔ بانو قدسیہ کی رائے ہے:

> "ابدال بیلا نے ممتاز مفتی کی رنگ پچکاری یا تو مستعار لی ہے یا پھر مستقل طور پر پُر الی ہے لیکن اس میں رنگ غزل الغزلات کا اور مائع داغ کا ڈالا ہے۔ اس مرکب سے جو کچھ رنگ پچکاری سے نکلتا ہے، ابدال بیلا کے افسانے ہیں۔"9

ابدال بیلا کی نظر جب جسم کے رنگوں سے اتر کو عورت کے جذبوں کی گرمی تک پہنچی تو اس کے نزدیک دیکھنا اور دکھنا مراحل محبت میں داخل ہو گیا۔ ایک دوسرے کی روح تک رسائی کا ذریعہ بن گیا اور یہ مرحلہ ایک دائمی ساتھ کا متقاضی ہو جاتا ہے۔ اپنے افسانے "سن باتھ" میں لکھتے ہیں:

"روح گرما جاتی ہے
جسم مسکراتا ہے
چہرہ کھلکھلا جاتا ہے
اور رنگ نکھر جاتا ہے
اسی دھوپ کے آسماں میں چلتی پھرتی ہوں
تو ناری سے نور لگتی ہوں
اپنا سایہ تک نہیں دھکتا....
اسی کے سنگ سفر کٹ رہا ہے
بھٹک جاؤں تو یہ انگلی لگا لے
تھک جاؤں تو یہ گود میں اُٹھا لے
اسی سے میں ہوں
اسی میں، میں ہوں۔"10

ابدال بیلا کے افسانوں میں محبت روح و نظر کا تعلق بن جاتی ہے اور یہ تعلق ایک مقدس جذبے میں بدل کر ایک فرض کی تکمیل کرتا ہے۔

> "ہمیں پیار کرنا ہے۔ مگر۔ ہمارے بزرگ جو اسی تسلسل کی کڑی ہیں۔ جو اسی منصب پر ہیں اور ہم سے سنیئر ہے۔ ہمارے اس تعلق کے منکر ہیں۔ وہ کسی ایسے رشتے کو نہیں مانتے۔ جس میں ان کا کوئی دخل نہ ہو۔ اگر ان کا کوئی دخل ہونا تو ہم میں شاید یہ غرض تعلق نہ ہوتا۔"11

ابدال بیلا ان چند سطروں میں بقائے نسل انسانی کا فلسفہ پیش کر گئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر مرد و عورت اپنی جگہ آدم اور حوا ہیں جن کے لیے کسی خون کے رشتے کی ضرورت نہیں۔ کسی حسب نسب کی تفصیل درکار نہیں بلکہ آنے والی ان کی نسلوں کے لیے ان دونوں کا وجود اور ان کی روحوں کا ملاپ ضروری ہے۔ ابدال بیلا سمجھتے ہیں کہ آدم اور حوا کا ملن اگر معروف طریقے سے نہ ہو تو عورت ٹہنی سے ٹوٹا ایک پھول بن کر رہ جاتی ہے جس سے پھولوں کی

نمو کا عمل رک جاتا ہے۔ "کشید" جسے مختصر افسانے میں فریب خوردہ عورت کا احساس زیاں ہی نہیں بقائے نسل انسانی کی سسکی اور حرمت و اقدار کی دم توڑتی ہچکی بھی سنائی دیتی ہے۔

"پھول تو وہی ہوتا ہے جسے کوئی توڑ لے
ٹہنی پر لگا پھول تو صرف بکھرنے کے لیے ہوتا ہے جس کی
پتیاں بھی بکھر جاتی ہیں اور خوشبو بھی
میں نے اسے کالر پہ لگایا
اور باغ سے باہر نکل آیا

راستے میں اس نے میرے کالر پہ روتے ہوئے آخر ہچکی لی اور کہا۔ تم نے میرے رنگ اور خوشبو کو پانے کے لیے میری کوکھ میں پلتے ہوئے میرے بچے، میرے بیج مار دیے ہیں۔ اس کی خوشبو میں ممتا کی سسکی تھی۔"12؎

ابدال بیلا صرف عورت کے حسن کی بات نہیں کرتا بلکہ اس کی عظمت و توقیر کا قائل بھی ہے۔ وہ مانتا ہے کہ:

"وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ"

وہ سمجھتا ہے کہ عورت صرف رنگ نہیں رنگ ساز ہے۔ اسی کے وجود محبت کی حدت و تمازت ہے۔ "گفٹ پیک" میں لکھتے ہیں:

"تم عام شیشے یا ہماری طرح مٹی گارے سے نہیں بنی ہو" میں نے کہا
تم کرسٹل سے بنی ہوئی ہو
ہیرے سے کاٹ کے بنایا گیا ہے تمھیں
تم رنگوں کی تخلیق کرتی ہو
ایک روشنی کی کرن تم سے سات رنگ کشید کرتی ہے
تم رنگوں کو کیا ملفوف کرو گی۔ تم تو خود رنگ پچکاری ہو۔"13؎

ابدال بیلا کی مختصر تحریریں ایک معنوی طوالت کی حامل ہیں۔ جیسا کہ "سہیلی" میں عورت کی نفرت اور محبت کو پرکھنے کا اپنا ایک معیار ہے جس سے قاری اختلاف بھی کر سکتا ہے، اتفاق بھی لیکن اس میں ایک بات ہمیں خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ:

"عورت کو کچھ بنانا ہے تو
دوست بناؤ
دوست بھی نہیں سہیلی بناؤ
اور کچھ نہ چھپاؤ
پھر دیکھنا اس میں جہاں کے سارے مہربان رشتے ملیں گے۔"14؎

مردوں کے اس معاشرے میں عورت سب کچھ بن سکتی ہے۔ ماں، بہن، بیٹی، بیوی، باندی مگر دوستی کا راستہ اسے کم کم میسر آتا ہے۔ دوستی کے لیے تو بڑا حوصلہ چاہیے۔ پہاڑ سی ہمت و دل درکار ہے مگر مصنف نے "صبح کا سورج"، "یہ کیا"، "آندھی اور برسات میں کٹی پتنگ"، "وچھوڑا"، "ڈھال" اور "تم جانتی ہو" میں اس دوستی کو ممکن بنا دیا۔ وہ ان میں سہیلی بن کر عورت کو راہیں سُجھا رہا ہے۔ دکھ سن رہا ہے اور سنا رہا ہے کیونکہ خدا کے غضب کی طرح عورت کی نفرت سے بھی خائف ہے۔ اپنے افسانے "سہیلی" میں لکھتا ہے:

"اگر عورت کی نفرت
تیرے نصیب میں آ گئی
تو۔ تم گئے
تمہارا جینا، تمہارا مرنا

سب باعثِ تعزیر ہو گا
کیونکہ نفرت پالنے والی عورت کے دل میں ایسی بدطینتی پلتی ہے کہ وہ نہ
جیتی ہے
نہ جینے دیتی ہے۔ نہ مرتی ہے نہ مرنے دیتی ہے
یوں سمجھو
اس کی نفرت تمہارے اس جنم کی جہنم ہے۔"15؎

عورت کی اس بدطینتی کو وہ اپنے افسانے "یوٹرن" میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو اپنے محدود آمدنی والے شوہر کا جینا حرام کر دیتی ہے جسے نہ گھر کی فکر ہے نہ اولاد کی بلکہ اولاد ہونے پر اپنے فگر کے بگڑ جانے کا اندیشہ کھائے جا رہا ہے۔ اس طویل افسانے میں ابدال بیلا نے عورت کی طعن و تشنیع سے پُر گفتگو اس مہارت سے پیش کی ہے کہ محض اس کی باتوں سے اس کے میکے، سسرال اور شوہر کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

"تمہارے ہی دفتر کے لوگ دیکھے ہیں، تم سے جونیئر کیا ٹھاٹ سے رہتے
ہیں
پانچ پانچ منزلہ سونے کے ہار دیکھے ہیں میں نے
ان کی بیگمات کے گلے میں
ہر تیسرے دن وہ لوگ باہر کھانا کھاتے ہیں
ہر سیزن پہ کبھی مری جا رہے ہیں، کبھی سوات، کبھی شنگریلا
تمہارے ساتھ کے اپنی بیوی بچوں کو کیا سالیوں تک کو
یورپ اور سنگاپور کی سیر کے لیے پھرتے ہیں۔"16؎

میاں بیوی کے ان رویوں کو دیکھ کر ابدال بیلا اس نام نہاد محبت سے بدگمان ہونے لگتا ہے اور سچی محبت کی لگن اسے سرگرم تلاش کر دیتی ہے۔ جسے وہ "گڈی گڈا" میں یوں بیان کرتا ہے:

"اتنی ذہین ہے وہ
کہ میرے ذہن کے بخیے
اُدھیڑ دیتی ہے
اُدھر کچھ کہنے کو سوچتا ہوں
وہ میری سوچ کے رُخ پہ...."17؎

جلد ہی وہ اپنے نفس کی راہیں پکڑ کر ایک اور جانب موڑ دیتا ہے۔ اپنے افسانے "صرف جسے بے وفائی نہیں آتی" میں لکھتے ہیں:

"یہ یہاں گلی محلوں
ٹی وی، ریڈیو پہ گونجتی
عورت اور مرد کی محبت بھری داستانیں
سب جھوٹی ہیں

یہاں تو کوئی اپنے آپ سے پیار کرتا ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے منوانے کے لیے ایک دوجے کی تعریف کرتا ہے۔ یہاں کون اپنی "میں" سے آگے گیا ہے۔"18؎

تب انہیں ایک حقیقی اور ابدی راہ سجھائی دیتی ہے جسے اسی افسانے میں آگے چل کر یوں بیان کرتے ہیں:

"کسی سے سچ مچ محبت کرنی ہے

تو اپنی "میں" کو تیاگ دو
اپنے آپ سے نکلو
اپنے آپ ہی سے نکلنا ہے تو پھر اس کی طرف کیوں نہیں تکتے جو اس دن
سے
تمہیں تکتا آ رہا ہے جب تمہیں تکنا نہیں آتا تھا
ہے کوئی اس سے محبت کے قابل؟
صرف جس سے بے وفائی کا خطرہ نہیں۔"19؎

یہ وہ اہم موڑ ہے جب ابدال بیلا کے افسانوں کے موضوعات دُنیا اور عورت کی محبت سے نکل کر عشق حقیقی کی طرف مڑ جاتا ہے۔ وہ محبت سے عبادت کا سبق پڑھتا ہے، عشق مجاز سے عشق حقیقی راہ پاتا ہے۔ ابدال بیلا کا افسانہ "حیرت" نظمیہ انداز میں ہے اور اس افسانے میں ابدال بیلا نے خدا سے محبت اور اس سے اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ کرنے کی دُعا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"تجھ سے التجا کرتا ہوں
کہ جو ہونا ہے
وہ ایسا کر
کہ میرا دکھ کم ہو
جو آفت آنے والی ہے
وہ ٹل جائے
.... محتاج اپنا بنا
ایسا
کہ کسی غیر کا محتاج نہ ہوں
بس تو میرے ساتھ ہو۔"20؎

یہ بھی درست ہے کہ وہ عورت کی محبت کو جھٹلاتا نہیں بلکہ اسے حقیقت کی راہ کا ایک نکتہ گردانتا ہے۔ عورت کی محبت کو ایک حقیقی لمحہ اور خدا کی محبت کو رہنے والی حقیقت سمجھتا ہے۔ اپنے افسانے "کچھ فرق نہیں پڑتا" میں لکھتے ہیں:

"تو اگر وہ ہے
جس نے
ساری کائنات
بنائی
اور میرے دل میں
اُس جگہ آ بیٹھا
جہاں محبوب بیٹھتے ہیں
تو بھی
یہی سچ
یہی مقام
سچا

مجاز ہو
یا حقیقت
کچھ فرق نہیں پڑتا
سوائے اس کے
کہ مجاز ایک لمحہ ہے
اور حقیقت ہمیشہ۔"21؎

اپنے افسانوں میں وہ روحانی موضوع کی طرف آتے ہوئے وعظ نہیں کرتے بلکہ یونہی مجاز کی سیڑھیوں پر بے دھیانی سے چلتے چلتے روح کے مرحلے طے کرنے لگتے ہیں۔ اس اُڑان کو اشفاق احمد نے "گڈریا" کی اشاعت پر ہی بھانپ لیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ نیا رخ مہمل اور لایعنی سے دانش کے استخراج کا ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جو 'ابدال بیلا' کی شعوری کوشش سے وجود میں نہیں آتا بلکہ اس کی 'روح کے چلن' سے پیدا ہوتا ہے جیسے صحراؤں میں ہزاروں سال گرمی پڑنے سے کہیں کہیں آبگینے پیدا ہو جاتے ہیں۔

صبح کے وقت چمکتے ہوئے بلور.... شام کو جل کر پھٹتے ہوئے آبلے"22؎

اشفاق احمد نے "ابدال" اور "روح کے چلن" کو واوین میں لکھ کر بیلا کے ابدال بن کر روحانی سفر کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔ اس تلاش میں نہ تو وہ جسم کو جھٹلاتا ہے نہ حواس کو اور نہ ہی خواہش کو۔ اس کا افسانہ "خوشبو" اس کی اسی تلاش کی کہانی ہے۔ اس کے اس افسانے میں مفتی کی "لبیک" کی صدائیں بھی سنائی دیتی ہیں مگر اپنی اس کہانی میں وہ مفتی کی طرح صاف گو دکھائی دیتا ہے۔ نسوانی وجود کی مہک اس کے لیے ایک ایسا جادو ہے جو سر چڑھ کے بولتا ہے مگر یہ جادو اسے مخبوط الحواس نہیں بناتا بلکہ اس کی حسیات کو تیز تر کر کے کسی اور مہک سے جا ملاتا ہے۔ "خوشبو" کی کہانی یہ ہے کہ بیلا خانہ کعبہ سے طواف وداع کر کے نکلنے لگتا ہے تو بار بار گڑگڑاتا ہے کہ:

"مجھے جانے نہ دو
یہیں کہیں رکھ لو
جسم کی بوٹی بوٹی دہائی دے رہی تھی
مجھے جلدی بلانا، میں پھر آؤں گا"23؎

جب وہ واپسی کے ہوٹل سے چیک آؤٹ کرنے لگتا ہے تو ایک فیملی مل جاتی ہے۔ وہ لوگ وہاں اجنبی تھے۔ یہ محض اس لیے ان کی رہنمائی کو تیار ہو جاتا ہے کہ ان کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی ہے:

"دو منزلیں ہی چڑھی تھیں کہ تیسری منزل کی لابی سے خوشبو کا ایک ریلا آیا۔ خوشبو ایسی تھی کہ دیکھ مجھے دیکھ، میں جواں ہوں، خوبصورت ہوں، ادھر دیکھ.... منٹوں میں وہ خوشبو میری بوٹی بوٹی سے پھپھوندی کی طرح چمٹ گئی۔"24؎

وہ اسی خوشبو کے پیچھے چلتا اس کنبے کا گائیڈ بن جاتا ہے۔ جب ان کو لے کر حرم پاک پہنچتا ہے تو خانہ کعبہ کو دیکھ کر خود رہنمائی پانے لگتا ہے کہ یہ "خوشبو"، حسن اور جوانی کی نہیں تھی بلکہ اللہ کے جلد آجانے والے بلاوے کی تھی جس کے لیے اس نے جاتے ہوئے دُعا کی تھی:

"میرے اندر کا چور میرے سامنے ننگا ہو رہا تھا۔ منافقت، ریا، نجس اور غلاظتوں سے بھرا الدامیرے بدن میرا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ حرم شریف کے بڑے دروازے سے نظر اندر کالے کوٹھے پر پڑی تو شریانوں میں خون جمنے لگا۔۔۔ میں اپنے مہمانوں سے بے نیاز دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا دروازے کی دہلیز پر اس کے قدموں سے جا کے چپک گیا اور بلک بلک کے رونے لگا.... اس دروازے کی اندر درزوں سے اسی خوشبو کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا جس کی ایک بے نام سی بوند مجھے ہوٹل سے اٹھا کر پھر وہاں لے آئی۔"25؎

ابدال بیلا کے اندر ایک ایسی صلاحیت ہے جو عورت کو دیکھے بنا بھی اس کی خوشبو کو پالیتا ہے۔ جیسے عورت کی خوشبو ایک ریڈیائی لہر ہو جسے کیچ کرنے کے لیے اس کے اندر اللہ نے ایک خاص ٹرانسسٹر فٹ کر دیا ہے۔ اپنی اس مقناطیسی صلاحیت کا اظہار وہ اپنے افسانے "میٹھے انگور" میں اس طرح کرتا ہے:

"پکے ہوئے سیبوں اور کچے انگوروں کی خوشبو کے علاوہ بھی ایک مہک تھی جو اب بند دروازے کی درزوں میں سے آ رہی تھی۔" 26

وہ عورت کی خوشبو کو باوجود اس کی غیر موجودگی کے بھانپ لیتا ہے جیسے کوئی غیب پر یقین کرے:

"ایک خوشبو آتی رہی۔ ایک احساس میرے ساتھ رہا جیسے کوئی ہے اور آس پاس ہی ہے۔ اندر والے دروازے کے اندر کوئی سایہ سا ہل رہا تھا۔ سائے کی آنکھیں بھی تھیں جو درزوں میں باری باری چمک رہی تھی۔

ان آنکھوں سے تیر کی طرح نظر آئی
مجھے محسوس ہوئی،
چبھتی،
میرے جسم میں سوئیاں چبھنے لگیں...." 27

"گفٹ پیک" میں بھی اسی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ یہیں کہیں ہے، آس پاس ہی ہے، اتنے سالوں بعد میرا اُس سے پھر ریڈیائی رابطہ ہوا.... چلتا چلتا میں لاؤنج کے ایک کونے میں آ گیا۔ اس کی خوشبو دائیں طرف سے آ رہی تھی۔ میں ایک دم دائیں طرف ہٹا اور ٹھٹک گیا، وہ چار قدم دور بیٹھی مجھے تک رہی تھی۔" 28

عورت کی اس مہک کو بیلا جان کو آزار نہیں بناتا بلکہ اس کی ذات کے لیے ایک ایسا عنصر ثابت ہوتی ہے جو اس کی روح کے آئینے کو اتنا صیقل کر دیتی ہے کہ وہ اس میں حقیقی عکس دیکھنے لگتا ہے۔ یہ مہک جب اس کی مشامِ جاں میں بس جاتی ہے تو وہ اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ عورت اور خدا اس کی ذات کے دونوں سروں پر بیٹھے ہیں۔ وہ ان کو اپنی ذات کی حقیقت سمجھنے لگتا ہے۔ "زادراہ" میں لکھتے ہیں:

"میں یہ کیسے مان لوں کہ میرے علاوہ بھی دو ہستیاں ہیں۔ ایک خدا اور دوسری عورت۔ یہ دونوں تو میرے اپنے بنائے مندر میں موجود ہیں۔ ایک بُت ہے اور دوسری داسی اور ان دونوں کی درمیانی ڈور میں خود ہوں۔" 29

دراصل وہ ڈور نہیں ایک ایسی کشتی ہے جس کی پتواریں عورت اور خدا ہے ں۔ ایک پتوار بھی نہ ہو تو یہ کشتی اُلٹ جائے۔ یہ الگ بات کہ وہ ان دونوں پتواروں کو الگ الگ چلاتا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک پتوار بھی چھوٹ جائے تو ابدال بیلا کے وجود کی کشتی اُلٹ جائے۔ یہ دونوں پتواریں داخلی اور خارجی موضوعات بن کر اس کے افسانے کو حسن بخشتے ہیں۔ ابدال بیلا روحانی شاہراہ پر کسی نیند میں چلنے والے کی طرح داخل نہیں ہوتا بلکہ جسم کے پورے ادراک کے بعد تمام تر ہوش و حواس سے اس سفر پر نکلتا ہے۔ "بند مٹھی" اس کا ایک ایسا افسانہ ہے جو انسان کی تخلیق سے لے کر دُنیا سے واپسی کا سفر بیان کرتا ہے۔ اس مختصر افسانے میں ابدال بیلا علامتوں اور استعاروں کے ذریعے بڑی کامیابی سے خالق و خلق کا رشتہ، جبر و زور کا فلسفہ، خیر و شر کی لڑائی اور قادر و مقدور کی بات بتاتے ہیں:

"میں ایک مٹھی میں ایک غبار تھا
اور مجھے علم تھا کہ ذرا مٹھی کھلی تو میں اڑ جاؤں گا
مگر جس کی مٹھی تھی
اس نے مجھے پانی سے گوندھا
مٹی چکنی تھی
جدھر وہ موڑتا، میں مڑ جاتا

ایک کھلونا سا بن گیا
وہ مجھ بے جان کھلونے سے کھیلتا رہا
مگر شاید پھر اسے خیال آیا
کہ اب اسے کھیلتا ہوا دیکھے....
میں ہاتھ پاؤں مارے شروع کر دیے...." 30؎

اس افسانے میں انسانی تخلیق کی کہانی کہتے ہیں کہ خالق نے انسان کو آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں اور دل دیا، چلنا سکھایا اور راہنمائی کے لیے اپنی انگلی تھمادی مگر خود سر انسان نے انگلی چھڑائی اور اپنے منتخب کردہ راستوں پر چل نکلا:

"میں نے اس مٹی کی ایک ایک مٹھی بھری
اور کائنات بھر گئی۔
میں نے تمھاری انگلی پکڑ کر تمھیں چلنا سکھایا۔
سارے شہر کی سڑکوں کو نام دیئے
کدھر جانا ہے۔ کدھر نہیں جانا۔
لیکن تمھارے قدموں میں زنجیریں نہیں ڈالیں
تمھیں کھلا چھوڑ دیا۔" 31؎

جب دُنیا میں آزادی و اختیار اور حکمرانی کی مہلت ختم ہوئی اور اصل کی طرف واپسی کا اذن ہوا تو یہ آزاد منش گھبرا گیا:

"یہ کیا ہو رہا ہے
وہی مٹی.... اس طرح کی مٹی
میں بھر بھرا سا کیوں ہوئے جا رہا ہوں
مجھ سے میری مٹی نکلے جا رہی ہے
.... ایسے گھڑے نہ بناؤ، جو تیری لہروں کے پار نہ جا سکیں۔" 32؎

ابدال بیلا جس موضوع پر لکھتے ہیں تو اتنا ڈوب کر لکھتے ہیں اور گہرائی میں چلے جاتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ اب اس موضوع سے نکل نہ سکیں گے۔ عورت پر لکھا تو اس کا سراپا پلک سے پاؤں کے خم تک بیان کیا۔ اس سے ملنے والی راحتیں اور کلفتیں بیان کیں۔ اس کی خوشبو کی بات کی تو محسوس ہوا، اب اس مہک کے تذکرے سے نکل نہ سکیں گے مگر وہ اسی مہک کو لیے روح کے لوبانی ماحول میں اتر گئے، موت و اخلاقیات کی بات کرنے لگے۔ جب حسن کی بات کی تو حسن و عشق کا ہاتھ پکڑے عشق حقیقی کی سیڑھیاں چڑھ گئے۔ وہ ایک موضوع سے نکل کر دوسرے کی طرف اتنی سرعت اور اعتماد سے بڑھتے ہیں کہ یہ موضوعات تبدیلی کوئی خلا نہیں پیدا کرتی، کوئی چھلانگ نہیں محسوس ہوتی بلکہ موضوعات یوں بدلتے ہیں جیسے لہریں ایک دوسرے میں مدغم ہوتی ہوئی کناروں کی طرف بڑھتی ہیں..... روحانی موضوعات اور عشقِ الٰہی کی بات کر کے وہ کوئی تارک الدُنیا نہیں ہو جاتے۔

ابدال بیلا اپنے سماج اور سماجی اقدار کا بھرپور ادراک رکھتا ہے۔ وہ رویوں کے تضادات، طبقاتی کشمکش اور سماجی قدروں کو اپنے افسانوں کا موضوع بناتا ہے۔ اس کے اولین مجموعے "گڈ مڈ" میں ہی یہ موضوعاتی تنوع دکھائی دیتا ہے۔ "گڈ مڈ" میں معاشرتی موضوعات پر ان کے افسانے "گوشت خور"، "گیلی روشنی" اور "جنریشن گیپ" لکھے۔ گوشت خور کا موضوع وہ معصوم لڑکیاں ہیں جو محبت کے نام پر دھوکہ کھاتی ہیں اور پھر انسانوں کی اس منڈی میں ایک بکاؤ چیز بن کر رہ جاتی ہیں۔ بے حس انسانوں کے لیے وہ محض گوشت پوست سے بنی ان کے آسائش کا سامان ہوتی ہیں.... "گیلی روشنی" بھی ایک سرمایہ دار کی بے حسی اور ایک بیمار چوکیدار کی مجبوری کو موضوع بنایا.... سرمایہ دار کے لیے مرتے ہوئے بیمار چوکیدار کی زندگی سے زیادہ اہم اس کی "مونجی" ہے جو بارش میں گیلی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے لیے وہ چوکیدار کا تمبو اُتروا کر "مونجی" پہ ڈلوا دیتا ہے۔

"جنریشن گیپ" کا موضوع جوانی کی حوصلہ مندی اور بڑھاپے کی بے بسی دکھائی دیتی ہے۔ "بلو" کے باپ "بوڑھے خداداد" کی غربت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"اس کی ریڑھی کی عمر بھی اس کے لگ بھگ تھی۔ چلتی تو اس کے کُل پرزے بوڑھے خداداد کے استخوانی ہاتھ کی طرح چرچر کرتے۔ پھر اس پہ بھانت بھانت کی چیزیں لدی رہتیں..... نہ ریڑھی کی کمر ننگی ہوتی نہ بوڑھے کا پچکا پیٹ بھرتا۔"33

پندرہ سولہ سال کا بلو اپنی عمر کے مطابق ایک جذباتی معصوم کردار ہے جو ابھی غربت، مجبوری، مصلحت اور بے ضمیری سے آشنا نہیں ہوا۔ "فضل" جب اس سے گلی کی ایک لڑکی کے متعلق پوچھتا ہے اور بلو کو نوٹ دے کر لڑکی کو لانے کے لیے کہتا ہے تو بلو کا ردعمل شدید ہوتا ہے:

"صاحب! بلو تیزی سے پیچھے ہٹ گیا جیسے نوٹ نہ ہوں انگارے ہوں۔ اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا.... اس نے بڑبڑاتے ہوئے وہی پیپر ویٹ فضل کے کھینچ مارا۔"34

مگر بوڑھے خداداد کو غربت اور بڑھاپے نے بے بس کر دیا ہے، مصلحت نے بے ضمیر بنا دیا ہے۔ فضل کے شکایت کرنے پر وہ کہتا ہے:

"آپ صاحب آدمی ہیں۔ مجھے بتاتے، مجھے حکم کرتے۔ میں آپ کی خدمت کرتا۔ ساری عمر لوگوں کا حکم مانتا آیا ہوں صاحب۔ ....وہ بچہ ہے صاحب۔ غلطی ہو گئی اس سے۔ معاف کر دیں۔ بوڑھا ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا...."35

اس افسانے میں مصنف حاصل، لاحاصل کا فرق اور خریدار کے رویے کا تضاد بھی پیش کرتے ہیں۔ فضل جو لڑکی کو گھر بلانے کے لیے بلو کی غیرت خرید کر یہ مُہم سر کرنا چاہتا تھا، وہی لڑکی جب بلو کے باپ کے ذریعے پلیٹ میں سجی ملتی ہے تو اس کا سارا سنہرا اپن یرقانی پیلاہٹ میں بدل جاتا ہے۔

"گفٹ پیک" میں اس نے خوبصورتی سے منظر کشی کرتے ہوء جزئیات کے ساتھ ایک اہم معاشرتی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لڑکیاں کس طرح اَن چاہے ہاتھوں میں "گفٹ پیک" کی طرح تھما دی جاتی ہیں اور سینے میں ایک کسک لیے زندگی گزار دیتی ہیں۔ کسی اختیار و طلب کے بغیر:

"لبنیٰ کا شوہر اِدھر اُدھر پڑا سامان اکٹھا کرنے لگا۔ بریف کیس اور ہینڈ بیگ اس نے اپنی ٹانگوں کے پاس کر لیے۔ ایک بڑا سا مومی کاغذ میں لپیٹا ڈبہ.... ان دونوں کے درمیان پڑا تھا۔ ڈبے کو دیکھتے ہی پتہ نہیں کیوں میرے دل کی دھڑکن بے ربط سے ہونے لگی...."۳۶

عورت تو خیر ہے ہی ابدال بیلا کا محبوب موضوع مگر ہر حساس انسان کی طرح ابدال بیلا اپنے سماج کے ان کرداروں کو بھی فراموش نہیں کر پائے جن کی محنت اور خون پسینہ ہماری معاشرتی اور معاشی ترقی میں لہو بن کر دوڑتا ہے مگر اس ترقی میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ ان کے افسانوں "گیلی روشنی" اور "دیہاڑی دار" کا موضوع ایسے ہی لوگوں کے مسائل ہیں۔

عورت کے لیے تشبیہات ابدال بیلا کو ڈھونڈنی نہیں پڑتیں۔ یوں لگتا ہے جیسے تشبیہ خود چل کر اس کے قلم سے ٹپک جاتی ہے۔ "تعمیل ارشاد" افسانے میں اس کی بے ساختہ تشبیہہ دیکھیے:

"پیلے زرد دوپٹے میں اس کے سر کے سنہری بال الجھے ہوئے تھے جیسے سرسوں کے کھیت میں تھوڑی سی دھوپ جم گئی ہو۔ اس کی بڑی معصوم ہرنی کی سی آنکھیں ندی کے پانی کی طرح شفاف تھیں..... چہرہ دھلا ہوا۔ صاف اور نکھرا نکھرا جیسے پہاڑوں کے کندھوں سے اوپر نکلتا ہوا صبح کا سورج یا بنجر پتھر کی سلوں کی درز سے نکلی ہوئی کسی گلاب کی ٹہنی پہ لگا گلابی گلاب یا سیب کے پیڑ کی ٹہنی پہ اُگا ہوا چمکتا یاقوت۔"37

یہ مہارت ہی تو ہے کہ ایک کی جگہ تین تین تشبیہات سوجھتی ہوں۔ جب تشبیہہ تیکھی ہوتی ہے تو قلم استعاراتی حدود میں داخل ہو جاتا ہے:

"تم کرسٹل سے بنی ہو، ایک ہیرے سے کاٹ کے بنایا گیا ہے تمہیں۔ تم رنگوں کی تخلیق کرتی ہو۔ ایک روشنی کی کرن تم سے سات کشید کرتی ہے..... تم تو ڈائمنڈ ہو، کرسٹل ہو۔"38

ابدال بیلا اپنی تمام حسیات کو بروئے کار لا کر افسانہ لکھتا ہے۔ اس لیے تحریریں نہیں تصویر بناتا ہے۔ ان تصویروں میں اس کی پسندیدہ تشبیہ عورت ہے۔ قدرت کے اس شاہکار کو وہ پوری توجہ سے پینٹ کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ:

"آنکھیں کھلی ہوں تو کیا پردہ رہ جاتا ہے کچھ دیکھ کے.... کچھ چُھو کے.... کچھ چکھ کے اور اکثر صرف سوچ کے ہی بات بن جاتی ہے۔ بس ایسی ہی حسوں کو ذرا تکنیکی رنگ میں آگے پیچھے کر کے کسی مخصوص ماحول میں کچھ کردار بنا کے میں کچھ دیر انہیں خاموشی سے دیکھتا رہتا ہوں۔"39

ابدال بیلا دیکھتا ہے تو مصور کی آنکھ سے دیکھتا اور ایک ایک نقطے پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے۔ وہ سراپا نگاری کرتے ہوئے ہر زاویے اور ہر ہر خط کو اپنی توجہ کا مرکز بناتا ہے۔ اس کی سراپا نگاری کی چند مثالیں دیکھیے:

"اس کے بال کھلے تھے اور بہت لمبے تھے۔ اس نے انہیں ریشمی کپڑے کے تھان کی طرح اپنے چہرے کے دوسری طرف پھینکا ہوا تھا۔ میری طرف اس کا ایک کان ننگا تھا اور اس میں چھوٹی سی سنہری تار کی بالی چمک رہی تھی.... پتلی سی کمر کا خم جھکتا جھکتا اور تیکھا ہو رہا تھا۔ وہ جھکی ہوئی بازو لمبے کیے تکیے درست کر رہی تھی.... اس کے بازو اور کمر کے درمیان عجیب زاویے بن رہے تھے۔ کپڑے کے پھولوں سے شہد ٹپک رہا تھا۔"40

ابدال بیلا کی آرٹ گیلری کی ایک اور تصویر دیکھیے:

"وہ بڑی لمبی چوڑی لڑکی تھی۔ اسے سر سے پیر تک دیکھنے کے لیے گردن کو اوپر سے نیچے تک پورا گھمانا پڑتا تھا۔ بہت کم ہی گردن پوری گھوم پاتی۔ اکثر درمیان میں کہیں ٹھہر جاتی.... رنگوں کی برکھا برسنے لگ جاتی۔ میں بھیگ جاتا۔ اس کی آنکھوں کے شربتی رنگ میں رنگ جاتا۔ میں کیسے کہتا کہ وہ کلر پروف ہے۔ 'تم عام شیشے یا ہماری طرح مٹی گارے سے نہیں بنی ہو' میں نے کہا 'تم کرسٹل سے بنی ہو۔"41

ابدال بیلا جب کسی لڑکی کو فوکس کرتا ہے تو اس کے سراپا کے بیان کے لیے تشبیہ و استعارہ کا استعمال بھی کثرت سے کرتا ہے اور اس کے اٹھنے بیٹھنے، کھڑے ہونے اور چلنے کے ہر انداز کو پیش کرتا ہے:

"ویسے بھی وہ فیوڈل قسم کے چہرے والی لڑکی تھی مگر اس کی گردن میں وہ "ہٹ راستے سے" والا تناؤ نہ تھا۔ پر اس کی آنکھوں میں وہ "میٹر آف دی فیکٹ" والی چھری موجود تھی.... اپنے حسن کا اسے شعور تھا.... تحسین انگیز نگاہیں پہچان لیتی تھی.... بے نیاز ہو جاتی تھی.... جب وہ بیٹھتی تو کرسی سے اچھی طرح ٹیک لگا لیتی۔ جیسے کافی دیر تک بیٹھے گی۔ اس روز اس کی پوری گردن، دونوں کندھے، سر کا پچھلا حصہ اور چہرے کا بائیاں رُخ میرے سامنے تھا.... فاصلہ تو نہ ہونے کے برابر تھا اس کے نیلے دوپٹے کا بائیاں کونہ میرے دائیں گوڈے سے کبھی کبھی چھو جاتا۔ اور میرے گوڈے میں سوئیاں سی چبھنے لگتیں۔"42

ابدال بیلا کے بیان کردہ سراپے پڑھ کر لگتا ہے کہ ان کے ہاتھ میں قلم نہیں برش ہے یا پھر برش قلم بن گیا ہے اور وہ ایک ایک لکیر پورے دھیان اور توجہ سے لگا رہے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ:

"قلم سے بنی لکیریں مٹائی تھوڑی جاتی ہیں۔ ایک ایک لکیر اس کے نقش کی بڑی احتیاط سے لگانی پڑتی تھی۔"43

اگرچہ ابدال بیلا اپنے افسانوں میں ظاہری خوبصورتی کو تشبیہ و استعاروں کی پھول پتیاں لگا کر قابل دید بنا دیتا ہے مگر حسن کے ساتھ ساتھ شخصیت کے سحر کو بھی فراموش نہیں کرتا۔ جلد ہی اس کے دیکھنے کا تعلق آنکھ کے ساتھ ساتھ احساس سے جُڑ جاتا ہے۔ آنکھ کا ارتکاز جسم کی حدوں سے ہٹتا ہے رورو روح کی اَن حد تلاش کا آغاز ہوتا ہے:

"اس کی شخصیت کا سحر ابھی تک جوں کا توں تھا جس تھوڑا سا فرق لگتا تھا جیسے اب وہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ لاپرواہ سی ہو گئی تھی۔ دیکھن کا بھی اسے شوق نہیں لگتا تھا۔ جیسے اس کی توجہ کہیں اور ہو گئی ہے نہ آس پاس سے اسے کوئی سروکار تھا، نہ اپنے آپ سے، ایسے میں اس کی کشش اور بڑھ گئی تھی۔"44

جہاں ابدال بیلا کے افسانوں میں حقیقت پسندی اور معاشرتی استحصال اور تہذیبوں کے تصادم پر زور دیا گیا ہے اسی طرح ابدال بیلا نے رومانویت کو بھی فروغ دیا ہے اور قاری کے لئے نت نئے دروازے بھی کھولے ہیں کہ وہ حقیقت پسندی کے دور میں گم ہو کر نہ رہ جائے اور معاشرے کی استحصالی اور روح میں کھو کر ذہنی طور پر بیمار نہ پڑ جائے اور اس کی شخصیت پر اس کا بُرا اور گہرا اثر نہ پڑے کہ اس کا مزاج سنجیدہ ہو جائے بلکہ قاری کو

رومانویت کا بھی لطف دیا ہے تا کہ قاری کا ذائقہ بھی بدلے اور اسے ہر پہلو سے روشنائی کرائی جا سکے اور ادب کو بھی رومانویت کے ذریعے مزے دار دلکش اور منفرد بنایا ہے کیونکہ رومانویت، کلاسیکیت کے رد عمل کے طور پر وجود میں آئی۔ رومانویت عقلت، روایت، نظم وضبط اور مروجہ اصولوں کے خلاف ایک ہمہ گیر بغاوت ہے جس نے ادب کو براہِ راست متاثر کیا۔ ڈاکٹر احسن فاروقی:

"وہ رومانویت کو ادب یا زندگی میں داخل کرنے کا باعث ہوتی ہے وہ تخیل یا خواب کی دُنیا کو حقیقت کی دُنیا پر ترجیح دینا ہے...."

45؎

رومانویت میں تخیل احساس اور جذبات کی شدت کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ رومانوی تخیل سے فردوسِ ارضی تیار کرتے ہوئے دُنیا کے آب و گل سے بے نیاز ہو کر بلند پرواز اڑتی ہیں وہ ظاہری دُنیا سے ہٹ کر دل کی دُنیا میں آباد ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سیّد عبد اللہ:

"رومانویت میں تخیل کی آزادی ایک اہم عنصر ہے۔ رومانویت مروجہ اخلاقیات سے گریزاں ہے لیکن اس کی اپنی بھی ایک اخلاقیات ہے۔ رومانی ادیب جذبے اور وجہ ان کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دیتا ہے۔ اسلوب اور خیالات دونوں میں اس کی روش تقلید کے مقابلے میں آزادی اور روایت کی پیروی سے زیادہ بغاوت اور جدت کا میلان رکھتی ہے۔"46؎

اسی روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے ابدال بیلا نے بھی رومانویت کو مزید فروغ دیا ہے۔ ان کے افسانے رومانویت سے بھرپور ہیں ان کی جس مجموعے کی بات کی جائے چونکہ کسی بھی موضوع پر ہو انہوں نے خوش اسلوبی کے ساتھ ساتھ تشبیہات و استعارات، محاورات، منظر کشی، مکالمہ نگاری، مزاح کی مدد سے اس کو مزید سہرا کر پیش کیا ہے اور اس کا رنگ بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔ چونکہ ابدال بیلا محبت کی زندہ جاوید تصویر ہیں انہوں نے محبت کا دوسرا روپ عورت کو قرار دیا ہے اور ان کا پسندیدہ موضوع بھی عورت ہے تو ابدال بیلا ویسے تو اپنے ہر کردار کی جسمانی ساخت کو تفصیلاً بیان کرتا ہے مگر عورت کا سراپا بیان کرتے ہوئے اس کا قلم رنگوں میں ڈوب کر نکلتا ہے۔ وہ عورت کے ہر رنگ کو شاعرانہ مبالغ کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ پھر اس کی نظر ظاہری تراش خراش اور خال وخط سے نکل کر داخلی دُنیا میں داخل ہو جاتی ہے۔

"کسی بے خبر ہے رہ تو
کہ جانتی ہی نہیں
کہ تیرے گالوں پہ گلابی غازہ
تیرے ہونٹوں میں ٹھہری گلاب پتی کی مہک
تیری گردن کا افتخار سے سرمستی میں اُٹھا رہنا
تیری آنکھوں میں چاند تاروں کی چمک
تیرے کشادہ کندھوں سے ذرا نیچے
تیرے سربلندی سے اُٹھے
سنگِ مرمر سے تراشے
تاج محل
تیرا چلنا
مورنی نے تجھ سے سیکھا...."47؎

ابدال بیلا سمجھتے ہیں کہ عورت صرف رنگ نہیں رنگ ساز ہے اسی کے وجود محبت کی حدت و تمازت ہے۔

"تم رنگوں کو کیا ملفوف کرو گی، تم تو خود رنگ پچکاری ہو۔ قوسِ قزح بنانے والی بارش کی ایک معلق بوند ہو۔ دھوپ تمہارے اندر ٹھہری ہوئی ہے۔ اس بے رنگ دھوپ سے ہی سارے رنگوں کی آفرینش ہوتی ہے۔"48؎

ابدال بیلا چونکہ محبت کے سب سے بڑے حامی نظر آتے ہیں کیونکہ ان کا پسندیدہ موضوع محبت ہے۔ ان کا یہی پسندیدہ موضوعِ محبت بہت طرح کی محبت کو اپنے اندر ضم کئے ہوئے ہے جس میں عشق حقیقی اور عشق مجازی بنیادی پہلو ہیں۔

ابدال بیلا نے اپنے افسانوں میں میاں بیوی کی وفا اور محبت باہمی کو بیان کیا ہے جس میں دونوں کے لئے ایک دوسرے کی عزت اور بات بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور بیوی اپنا سب کچھ اپنے شوہر کے سپرد کر دیتی ہے۔ اس کی مسکراہٹ میں جیتی اور اس کے غم میں مرتی ہے خواہ شوہر کسی بات پر ناراض ہو تو خود ٹھیک ہونے پر بھی اس کے آگے اپنا آپ بے بس کر دیتی ہے۔ دونوں اپنے معمولاتِ زندگی کے کام اور زندگی کے ہر بڑے کام کو مل کر مشاورت سے کرتے ہیں اور جس بات سے کسی ایک کو اعتراض ہو تو اس کام سے دور رہتے ہیں جب تک منع کرنے والے کی رضا شامل نہ ہو اس کام کو انجام نہیں دیتے۔ ہر لمحے کو ایک دوسرے کے ساتھ بیش قیمتی اور آخری لمحہ سمجھ کر گزارتے ہیں کہ نہ جانے کب کہاں سفر آخری ہو جائے۔

"تمہارے حق میں لوگ باتیں کرتے ہیں
آپ تو کہتے تھے تمہاری باتیں اگر کسی نے کیں تو زبان نکال لوں گا اس کی
وہ تو بُری باتوں کے لئے کہا تھا یہ تو اچھی باتیں کرتے ہیں
کون کرتے ہیں؟
تم جانتی ہو!
میں کچھ نہیں جانتی۔ میرا علم آپ کے گھر کی اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلا۔
اب ضد کر رہی ہو؟
جی نہیں۔
تو اب تم میرا حکم نہیں مانو گی؟
ہمیشہ مانا ہے۔۔۔"49

محبت میں انسان ہر تیر خوشی سے کھاتا ہے۔ محبت کے لئے انسان اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ اس کے لئے ہجر اور وصال کی کٹھن راتیں بھی گزارتا ہے اور اپنے رب سے محبوب کے حق میں دُعا بھی مانگتا ہے۔ ابدال بیلا اس خوبصورت تعلق محبت کو اپنے افسانوں کا حصہ بناتے ہوئے موضوع پر خاص زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"محبتوں کے سفر میں یہ ہوتا آیا ہے
کبھی بچھڑتے ہیں
اور کبھی آ ملے
نہ یوں دوری ہو
تو پھر وہ لذتِ انتظار کیسی ہو
مقدس رشتوں میں
پکے پھلوں سی ہوتی ہے
دھوپ، چھاؤں، بارش، بجلی
برسات اور بہار
سب موسم جھیل کے پھل
پیڑ پہ پکتے آئے ہیں
محبتوں کے سفر میں یہ ہوتا آیا ہے
یہ ہجر کی رات ہو
تو وصالِ یار کا لطف کیسا
یہ زندگی کے موس

دکھ درد صحت اور بیماری
ان سب سے گزر کے
اس سے ملنا ہے
وہ جس سے مل کے پھر کبھی بھی
نہ سجدے سے اُٹھنا ہے
محبتوں کے سفر میں یہ ہوتا آیا ہے۔"50؎

ابدال بیلا کی افسانہ نگاری کے فن میں اسلوب کا ایک کمال اور بھی ہی وہ یہ کہ ابدال بیلا جب کبھی بھی عورت کی کردار نگاری یا سراپا نگاری کو بیان کرتے ہیں تو تحریر میں بے حد ربط اور تسلسل ہوتا ہے جس سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس پر جملوں کی تاثیر اسے متوجہ ہونے پر مجبور کر دیتی ہے۔ عورت کا سراپا یا کردار کو بیان کرتے ہوئے وہ اس قدر سادہ اور خوش اور عام فہم اسلوب استعمال کرتے ہیں کہ قاری کے ذہن میں نقوش واضح ہو جاتے ہیں اور وہ اسی نقوش و طرز کی عورت کو اپنے سامنے تصویر کشی کے طور پر دیکھنے لگ جاتا ہے اور ابدال بیلا جس طرح عورت کی اداؤں، وفاؤں اور اٹھکیلیوں کا ذکر کرتا ہے اس سے قاری کے چہرے پر بھی عجیب سی مسکراہٹ پھیل جاتی ہے اور قاری کا دل بھی مسرور ہوتا ہے۔

"قد دراز، بال لمبے، رنگ گورا
آنکھیں، غزال جیسی، کھول کے دیکھے تو صبح ہونے لگے۔
موندے تو شام ہو جائے۔
اندر لال لال ڈوری
پلکیں یوں جیسی ریشم کی جھالر
ماتھا کشادہ
گال گلاب کی پنکھڑیوں میں پُروئے ہوئے قندھاری سیب
اور ہونٹ، اس کی بناوٹ کا کوئی پھل ہے ہی نہیں ایسے
بنے ہوئے ہیں جیسے بنانے والے نے گھنٹوں اس کی ڈرائنگ کی ہے۔"51؎

حوالہ جات:

1۔ ابدال بیلا، کرنل، زیر لبی، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۷ء)، ص: ۶۱
2۔ محسن سلطان، ابدال اور بیلا، مشمولہ عرضی از ابدال بیلا، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۲۰۰۴ء)، ص: ۹۷
3۔ ابدال بیلا، کرنل، انہونیاں، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۴ء)، ص: ۸۶
4۔ ابدال بیلا، کرنل، گڈ مڈ، (فیصل آباد: قرطاس پبلشرز، بار اوّل، ۱۹۷۹ء)، ص: ۵۵
5۔ ابدال بیلا، کرنل، انہونیاں، ص: ۴۲
6۔ ابدال بیلا، کرنل، سن فلاور، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۴ء)، ص: ۷۱
7۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۴ء)، ص: ۶۹
8۔ خط بنام کرنل ابدال بیلا، ۲۰۰۰ء
9۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۴ء)، ص: ۱۵
10۔ ابدال بیلا، کرنل، سن فلاور، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۴ء)، ص: ۱۰۲
11۔ ایضاً، ص: ۱۳۷
12۔ ایضاً، ص: ۱۱۶۔۱۱۷

13۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، ص:۵۳۔۵۴

14۔ ابدال بیلا، کرنل، عرضی، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۲۰۰۴ء)، ص:۱۵۴

15۔ ایضاً

16۔ ابدال بیلا، کرنل، لب بستہ، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۲۰۰۵ء)، ص:۵۴

17۔ ابدال بیلا، کرنل، گڈی گڈا، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ص:۸۵

18۔ ابدال بیلا، کرنل، عرضی، ص:۱۵۵

19۔ ایضاً، ص:۲۵

20۔ ابدال بیلا، کرنل، لب بستہ، ص:۲۱۱

21۔ ابدال بیلا، کرنل، حیرت، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ص:۸۲۔۸۳

22۔ ابدال بیلا، کرنل، انہونیاں، ص:۲۱

23۔ ابدال بیلا، کرنل، زیر لبی، (لاہور: فیروز سنز، بار اوّل، ۱۹۹۷ء)، ص:۲۱

24۔ ایضاً، ص:۴۳

25۔ ایضاً، ص:۴۴

26۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، ص:۶۲۔۶۳

27۔ ایضاً، ص:۶۷

28۔ ایضاً، ص:۵۷

29۔ ابدال بیلا، کرنل، سن فلاور، ص:۲۱۲

30۔ ایضاً، ص:۵۵

31۔ ایضاً، ص:61

32۔ ایضاً، ص:64۔65

33۔ ابدال بیلا، کرنل، انہونیاں، ص:۱۱۸

34۔ ایضاً، ص:۱۲۴۔۱۲۵

35۔ ایضاً، ص:۱۲۷

36۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، ص:۶۰

37۔ ایضاً، ص:۹۱۔۹۲

38۔ ایضاً، ص:۶۵

39۔ ابدال بیلا، کرنل، گڈ مڈ، ص:۳۵

40۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، ص:۸۴

41۔ ایضاً، ص:۶۴

42۔ ابدال بیلا، کرنل، زیر لبی، ص:۷۲۔۷۳

43۔ ایضاً، ص:۶۳

44۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، ص:۷۰

45۔ طاہر طیب، ڈاکٹر، لاہور میں اُردو افسانے کی روایت، ص:۱۱۱

46۔ ایضاً

47۔ ابدال بیلا، کرنل، گڈی گڈا، ص:۸۰

48۔ ابدال بیلا، کرنل، رنگ پچکاری، ص:۶۵

49۔ ابدال بیلا، کرنل، کبوتر با کبوتر، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص:۱۵۱

50۔ ابدال بیلا، کرنل، قلوپطرہ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ص:۱۳۷۔۱۳۸

51۔ ابدال بیلا، کرنل، کبوتر با کبوتر، ص:۱۴۵